خطبۂ جمعہ

بہ ضمن ریاست گیر خیر اُمت مہم

30 صفر المظفر تا 9 ربیع الاول 1432ھ

4 تا 13 فروری 2011ء

جماعت اسلامی ہند گلبرگہ

بیت الاسلام کے پیچھے، فاران کالج کامپلکس، درگاہ روڈ، گلبرگہ-4

فون: 9449618770 - 9972689058

Email: jihglb@gmail.com

Visit blog : jihgulbarga.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ جمعہ بہ ضمن خیر امت مہم

الحمد الله نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ ونومنُ به و نتوکل علیه۔و نعوذُ با اللهِ من شرورِانفسِنا و من سیّاتِ اَعمالنا۔ منیّهدِہِ اللهُ فالا مُضلّ لهُ وَمن یُّضلِلہُ فلا هادِی لهٗ۔ وَنشهدُ اَن لّآ اِلٰهَ اِلّا اللهُ وحدہٗ لا شریکَ لهٗ۔ ونشهدُانَّ مُحمَّدًا عبدہ و رسوله بالحقِّ بشیرًا و نذیرًا۔امّا بعد ۔

فاعوذ با لله من الشیطٰن الرجیم۔ بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں امت مسلمہ کی ذمہ داری کے سلسلے میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (2:143)

''اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک '' امت وسط'' بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ۔''

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (3:110)

''اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی مخلوق پیدا کئے ہیں ان کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ بغیر کسی مقصد کے

کوئی چیز نہیں پیدا کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کرنے کا مقصد بھی واضح کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

يٰٓاَيُّهَاالنَّاسُ اعبُدُو ا رَبَّكُمُ الّذِىْ خَلَقَكُمْ وَلَّذِيْنَ مَنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (2:21)

''لوگو بندگی اختیار کرو اپنے اُس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں اُن سب کا خالق ہے، تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت سے ہوسکتی ہے۔''

اور کہا کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنِّ وَالْاِنْسَاَلّا لِيَعْبُدُوْن (الذٰریٰت:56) میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ میری بندگی کریں۔

اس کا مطلب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ بندگی سے مراد صرف ظاہری عبادات جیسے نماز روزہ زکوٰۃ و حج ہی نہیں ہیں بلکہ زندگی کے تمام معاملات میں چاہے وہ انسان کی انفرادی زندگی سے تعلق رکھتی ہوں کہ اجتماعی، اس کی خاندانی زندگی ہو کہ معاشرتی، اس کی معیشت ہو کہ تمدن، سیاسی زندگی ہو کہ بین الاقوامی غرض یہ کہ زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے مطابق گزاری جائے۔ اگر کوئی انسان ایسا کرتا ہے تو کہا گیا وہی کامیاب ہے ورنہ بچنے کی کوئی امید نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جہاں پر انسان کو دنیوی زندگی گزارنے کا معقول انتظام جیسے ہوا، پانی، غذا، دنیا کو برتنے کی صلاحیتیں وافر مقدار میں دئے ہیں وہیں پر اس نے انسان کو زندگی گزارنے کا طریقہ بتانے کا بھی انتظام کیا ہے۔ اس کے لئے اس نے اس دنیا میں پے در پے پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل کیں۔ اور میرے اور آپ کے آقا حضرات محمد مصطفےٰ ﷺ کو اپنا آخری پیغمبر بنا کر اپنا آخری کلام قرآن مجید کے ساتھ بھیجا۔ اور کہا کہ جو کوئی اس کے مطابق زندگی گزارے گا وہ کامیاب و کامران ہوگا۔

''جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا اس کا دین (خدا کے یہاں) مقبول نہ ہوگا اور آخرت میں ناکام و نامراد ہوگا'' (آلِ عمران:85)

اسلام اگر چہ تمام انبیاء کا دین رہا ہے مگر اُس کا محفوظ، مکمل، مستند اور آخری ایڈیشن وہ ہے جو حضرت محمد ﷺ اور قرآن مجید کے ذریعہ نوعِ انسانی کو ملا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دی ہیں اور اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے میں نے

پسند کرلیا‘‘(المائدہ:3)

اور فرمایا کہ اب اس دنیا میں تمام انسانوں کے لئے نجات اور آخرت کی ابدی کامرانی کی ایک ہی راہ ہے اور وہ آپ ﷺ کا لایا ہوا دین حق۔دین اسلام ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الِسْلَامُ (آلِ عمران:19) اللہ کے نزدین (دین حق) صرف اسلام ہے۔

ان تمام آیات کے ذریعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام انسانوں کی فلاح وکامیابی اسی دین کے اختیار کرنے میں ہے۔

لیکن آج پوری انسانیت پر نظر ڈالنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی بڑی اکثریت اس پیغام سے ناواقف ہے۔اسی کی وجہ سے اپنے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا و پرستش میں نہ صرف لگی ہوئی ہے بلکہ وہ تمام باطل نظریات کو اختیار کئے ہوئے ہے جو اس کو جہنم کی آگ کی طرف ڈھکیل رہی ہے۔باطل عقائد و نظریات کی بنیاد پر ہی آج کا دنیوی نظام چل رہا ہے۔جس کی وجہ سے مادّہ پرستی کا دور دورا ہے، اخلاق و کردار کا فقدان ہے، خودغرضی، مفاد پرستی، عیش پرستی کی دلدل میں انسان ڈوبا ہوا ہے اور اپنے مقصدِ وجود سے بے گانہ ہے۔اسی کے زیر سایہ ملت اسلامیہ ہے جو اپنی منصبی ذمہ داری بھلا بیٹھی ہے۔جب کے اس کی ذمہ داری تھی کہ انسانیت کو ان تمام برائیوں سے نہ صرف بچائے بلکہ انہیں انکے مقصد وجود سے بھی واقف کرائے۔اس لئے مسلمانوں کا یہ کام تھا کہ تمام انسانوں کو ان کے رب کی پہچان کرائے اور ان تک اس دین کو اور اس کے پیغام کو پہنچائے۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے کہ

وَ كَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا (2:143) ’’اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک’’ امت وسط‘‘ بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ۔‘‘

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ شہادت کی ذمہ داری ادا کریں۔شہادت کے معنیٰ ہیں حاضر اور موجود ہونا، مشاہدہ کرنا، جو کچھ دیکھا ہے اسے ٹھیک ٹھیک بیان کرنا اور گواہی دینا۔

اللہ کے رسول اپنی قوموں اور امتوں کے درمیان اس دین کی شہادت دیتے ہیں اسے ’شہادت علی الناس‘ کہا

جاتا ہے۔ یہاں اسی کا ذکر ہے۔ رسول خداﷺ کا ایک وصف 'شاہد' بھی ہے۔ ''اے نبیؐ ہم نے تم کو شاہد (گواہی دینے والا) خوش خبری دینے اور ڈرانے ولا، اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے (الاحزاب:46-45)''

شہادت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو آنکھوں سے مشاہدے کے بعد دی جاتی ہے۔ دوسری وہ جس کی بنیاد دلائل اور براہین پر ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول دونوں طرح کی شہادت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بعض غیبی حقائق کا اس طرح مشاہدہ کراتا ہے کہ اس میں انہیں کوئی شک وشبہ لائق نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اس یقین کا اظہار و اعلان کرتے ہیں اور اس کے حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ اس طرح کا مشاہدہ رسول کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہوتا۔

رسولوں کی شہادت کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ دلیل واستنبات کے ذریعہ حق کا اثبات کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے عطا کردہ علم وبصیرت، دلائل وبراہین، نصح وخیر خواہی اور سیرت واخلاق کے ذریعہ 'شہادت علی الناس' کا فریضہ اس طرح انجام دیتے ہیں کہ دین حق بالکل واضح ہوجاتا ہے اور مخاطب قوم پر حجت تمام ہوجاتی ہے۔ اس کی مخالفت کی کوئی معقول بنیاد باقی نہیں رہتی۔ اس کے باوجود قوم قبول حق سے انکار کردے اور باطل پرستی رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہوجاتا ہے کہ اب اسے زمین پر زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔

اللہ کے رسول اپنی قوم کے درمیان زندگی بھر اس دین کے شاہد بن کر رہتے ہیں۔ اسے راہِ حق دکھانے اور ضلالت وگمراہی سے بچانے کی سعی کرتے ہیں۔ اسی طرح کی شہادت آپﷺ نے دی اور اس کی گواہی آپﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود قریب ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہؓ سے لی کہ کیا میں نے اللہ کے دین کو آپ تک من وعن پہنچا دیا؟ تمام صحابہؓ ایک آواز ہوکر جواب دیتے ہیں کے آپ نے اپنا حق ادا کیا۔ آپﷺ یہ سوال تین مرتبہ دہراتے ہیں اور لوگ یہی جواب دیتے ہیں۔ پھر آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر اکہتے ہیں کے اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔ یہ شہادت آخرت میں بھی ہوگی، اللہ تعالیٰ اپنے ایک ایک پیغمبر سے پوچھے گا کہ کیا تم نے حق کی شہادت دی؟ ان کا جواب اثبات میں ہوگا کہ انھوں نے اللہ کے دین کو قوم تک ٹھیک ٹھیک پہنچایا اور حجت تمام کردی۔ اس کے بعد خدا کے دین کا انکار کرنے والوں کی زبان بند ہوجائے گی۔ آخرت میں اس

سوال کے سلسلے میں آپ ﷺ اتنا فکر مند رہتے تھے کی اس کا اندازہ اس واقعہ کی روشنی میں لگایا جا سکتا ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ رسول ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو تلاوت کا حکم دیا، انھوں نے سورہ نساء کی تلاوت کی جب وہ اس آیت پر پہنچے کہ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء:41) ''پھر سوچو کہ اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر تمھیں گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔'' تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور فرمایا بس کرو۔ یہ آنسو اس احساس کی وجہ سے تھے کہ شہادت حق کی کتنی عظیم ذمہ داری آپ ﷺ ڈالی گئی ہے۔ اور اس بنیاد پر بھی تھے کہ شہادت کے بعد بھی آپ ﷺ کی قوم دین حق کو قبول نہ کرے تو اس کا انجام کتنا بھیانک ہوگا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے 'شہادت علی الناس' کا فرض انجام دیا اور امت مسلمہ وجود میں آئی۔ اب اس کی ذمہ داری قرار پائی کہ اس فرض کو تا قیامت انجام دیتی رہے۔

اس کا ذکر سورۃ البقرہ میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (2:143)

''اور اس طرح ہم نے تمھیں ایک '' امت وسط'' بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ۔''

آیت کا پس منظر یہ ہے کہ رسول ﷺ ہجرتِ مدینہ کے بعد سولہ سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ اس کے بعد تحویل قبلہ کا حکم آیا اور خانہ کعبہ قبلہ قرار پایا، جو حضرت ابراھیمؑ اور آپ کے بعد آنے والے تمام نبیوں کا قبلہ تھا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح صحیح قبلہ کی طرف تمھاری رہنمائی فرمائی اسی طرح یہ اعزاز بھی اس نے تمھیں بخشا ہے کہ دنیا کی امتوں کے درمیان تمھیں 'امت وسط' بنایا ہے۔

'وسط' کے معنی درمیان کے ہیں۔ وسط ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جس کا فاصلہ ہر طرف سے ایک ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایسی امت بنایا ہے جس کا جھکاؤ نہ دائیں جانب ہے اور نہ بائیں جانب، بلکہ دو انتہاؤں کے درمیان کھڑی ہے۔ اسی سے بعض مفسرین نے 'وسط' کا ترجمہ اعتدال کیا ہے۔ جہاں اعتدال ہوگا وہاں کسی معاملہ میں نہ غلو اور نہ انتہا پسندی ہوگی نہ کمی اور کوتاہی۔ ہر ایک کو اس کا صحیح مقام حاصل ہوگا۔ حدیث میں 'وسط'

کے معنی عدل کے بیان ہوئے ہیں۔ یہ مقامِ وسط کالازمی تقاضا ہے،کوئی گروہ کسی کی بے جا طرف داری کرے نہ اس کے ساتھ تعصب برتے وہ اس کے ساتھ ضرور انصاف کرے گا۔اسی وجہ سے امتِ وسط کو اعلیٰ وارفع امت کہا گیا ہے۔قرآن مجید میں اس امت کو 'خیر امت' کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (3:110)

''اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے،تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہواور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

انسان مادہ اور روح کا مجموعہ ہے۔ان میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا،لیکن دنیا ہمیشہ اس معاملہ میں دو انتہاؤں پر رہی ہے۔آج کے دور میں مادیت کا غلبہ ہے۔مادی آسائش وراحت کو انسان کی زیست کا حقیقی مقصد سمجھ لیا گیا ہے۔ہر شخص اسی کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔جو اس میدان میں جس قدر آگے بڑھے اسے اتنا ہی کامیاب قرار دیا جاتا ہے۔اس کے مقابلہ میں رہبانیت کا تصور گو کمزور ہے،لیکن مذہب کی دنیا میں آج بھی ترکِ دنیا کو انسان کی معراج سمجھا جاتا ہے۔راہ اعتدال ان دو انتہاوؤں کے درمیان ہے۔امت وسط کو اسی کی طرف راہ نمائی کرنی ہے۔

'امت وسط' کے بارے میں فرمایا گیا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ یعنی اللہ نے تمھیں امت وسط اس لئے بنایا ہے کہ تم 'شہادت علی الناس' کا فرض انجام دو۔دنیا میں فکر وعمل کا جو بگاڑ پایا جاتا ہے اس کی نشان دہی کرواور صراط مستقیم واضح کرو۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو غیر مکلّف نہیں پیدا کیا ہے۔بلکہ اس پر بڑی ذمہ داریاں ڈالی ہیں۔ان ذمہ داریوں کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنا اور ان سے غفلت اور کوتاہی کے نتائج سے آگاہ کرنا اس امت کا کام ہے۔'شہادت علی الناس' میں نگرانی کا تصور ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ امت وسط کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ دیکھتی رہے کہ دنیا کہیں صحیح راہ سے ہٹ تو نہیں گئی ہے۔اور اس نے غلط طریقہ حیات تو اختیار نہیں کر رکھا ہے۔جس رخ سے بھی بگاڑ پایا جائے اس کا برملا اظہار واعلان کرے۔اس معاملہ میں اسی کی شہادت معتبر سمجھی جائے گی۔اس لئے وہ جو بات کہے گی عدل وانصاف کے مطابق ہوگی،کسی کے غلط مفادات کے تابع نہ ہوگی۔

شہادت کی بنیاد پر انسانوں کے حقوق کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں جو فکری اور نظریاتی جنگ چل رہی ہے اس کا فیصلہ بھی اس وقت ہوگا جب کہ حق کہ شہادت دی جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ اسلام ہی دین حق ہے۔ اس کے خلاف جو نظریات ہیں ان کی اساس باطل پر ہے۔ اس پہلو سے شہادت کی اصطلاح میں بڑی معنویت ہے۔

امت وسط کی ذمہ داری جن الفاظ میں بیان ہوئی ہے اس سے بعض باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں:

۱۔ امت کا نظریاتی طور پر شہادت کے مقام پر فائز ہونا یا عدل پسند اور انصاف پسند ہونا چاہیے، وقسط کا عمل ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ عملاً اسے شہادت کا فرض انجام دینا ہے۔

۲۔ اس امت کو علمی اور فکری پہلو سے بھی اس مقام پر ہونا چاہئے کہ وہ ثابت کرے کہ اسلام ہی دین حق ہے اور اس کی مخالفت کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے جو دلائل فراہم کئے ہیں ان سے واقفیت اور ان کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔

۳۔ امت کو سیرت و کردار کے لحاظ سے صادق، راست باز، حق گو اور عادل و منصف ہونا چاہئے، ورنہ اس کی شہادت کا اعتبار نہ ہوگا۔

۴۔ یہ شہادت کسی خاص طبقہ، جماعت یا ملک وقوم ہی کے درمیان نہیں، بلکہ ساری نوع انسانی کے سامنے دینی ہے اور حق واضح کرنا ہے۔

۵۔ شہادت علی الناس کا فرض کسی خاص دور سے متعلق نہیں ہے، بلکہ اسے ہر دور میں تا قیامت انجام دینا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں امت وسط کی شہادت کے بعد رسول ﷺ کی شہادت کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (تاکہ رسول تم پر گواہ ہو) مطلب یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ شہادت کا فرض تم پر انجام دیں گے، تمہیں راہ حق دکھائنگے، تمہارے اخلاق و سیرت کی نگرانی کریں گے، تمہیں عدل و انصاف کی خوبیوں سے آراستہ کریں گے اور تمہیں اس قابل بنائیں گے کہ دنیا کے سامنے حق کی شہادت دے سکو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرض انجام دیا اور 'امت وسط' وجود میں آئی۔ اس کی ذمہ داری قرار پائی کہ وہ ساری دنیا کے سامنے حق کی شہادت دے۔

آیت میں پہلے امت کی شہادت کا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی شہادت کا ذکر ہے۔اس میں ایک طرف تو امت کو اس کے عالمی منصب کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور دوسری طرف اس احسان کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے لئے خدا کی طرف سے شاہد بن کر آئے ہیں۔

سورہ حج میں لَيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّسِ (تا کہ رسول تم پر شہادت دینے والا ہو اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے ہو جاؤ) (الحج:78)۔اس آیت میں پہلے رسول اللہ ﷺ کی شہادت کا اور بعد میں امت کی شہادت کا ذکر ہے۔ان الفاظ میں شہادت کا عمل جس ترتیب سے انجام پایا اس کا اظہار ہے۔رسول اللہ ﷺ نے امت کے سامنے دین حق کی شہادت دی۔اس کے بعد امت کو حکم ہے کہ وہ تمام انسانوں کو اللہ کا پیغام پہنچائے اور اس بات کی شہادت دے کہ اسلام ہی دین حق ہے۔

شہادت کا آغاز اپنی ذات سے ہونا چاہئے۔اپنے ایمان کے اظہار کے لئے زبان سے شہادت دے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقہ پر چلتے ہوئے اپنے عمل سے شہادت دے۔اگر کوئی اس کی شہادت نہیں دیتا ہے اور اسکو چھپاتا ہے تو گویا کہ کتمانِ حق کرتا ہے۔یہ اپنی ذات کو اور دنیا کو حق سے محروم رکھنے کی کوشش ہے۔یہ انسانیت کے ساتھ بڑا ظلم ہے۔

'شہادت علی الناس' کا فرض بعض لازمی اوصاف اور خصوصیات کا تقاضا کرتا ہے۔ان کی تکمیل کے بغیر صحیح معنیٰ میں اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

۱۔ اللہ کے دین، اس کی اساسات، ان پر مبنی تعلیمات کا اچھی طرح علم ہو، ان کے دلائل اور حکمتوں سے گہری واقفیت ہو، آدمی اچھی طرح جانے کہ کس معاملہ میں اسلام کی تعلیم کیا ہے اور اس کی معنویت کیا ہے۔

۲۔ اس کا تقاضہ ہے کہ جس دور میں یہ کام انجام دیا جانا ہے اس دور کے افکار و خیالات اور رجحانات سے واقفیت ہو، آدمی اس کی خوبیوں اور خامیوں سے اچھی طرح واقف ہو۔اور ان کے مقابلہ میں اسلام کی برتری ثابت کرسے۔

۳۔ یہ فریضہ اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ دین کو اس کی اصل شکل میں پیش کیا جائے۔حالات کے جبر اور دباؤ یا ذاتی و قومی مفادات کے تحت اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو۔

۴۔ اس کام کے لئے یہ ضروری ہے کہ دین کی بے خوف وخطر شہادت دی جائے۔علی الاعلان حق کو حق اور باطل کو باطل کہنا بڑا اجرت مندانہ کام ہے۔اس میں خطرات ہیں، آزمائش اور امتحان کا بھی امکان ہے۔
دنیا کا کوئی بڑا کام خطرات سے خالی نہیں ہوتا۔شہادت علی الناس جیسا اعلیٰ وارفع مقصد خطرات سے پاک کیسے ہوسکتا ہے۔اصحاب عزیمت کامیابی کے لئے ہر خطرہ مول لیتے ہیں اور اصحاب عزیمت ہی یہ فرض بھی انجام دیتے ہیں۔

دوسری آیت

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (3:110)

”اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے،
تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو'خیر امت' کے لقب سے نوازا ہے۔اور اس کی تین ذمہ داریاں بتائی گئیں۔(۱) معروف یعنی بھلائی کا حکم دینا (۲) منکرات کو روکنا یعنی برائی کو روکنا اور (۳) یہ دونوں کام اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ کی رضاء کے لئے کرنا ہے۔

اصل میں یہ آیت اس بات کی طرف توجہ دلاتی ہے جس کا ذکر سورہ البقرہ کے سترھویں رکوع میں بیان ہوا ہے کہ دنیا کی امامت اور رہنمائی کے جس منصب پر بنی اسرائیل قائم تھی اور اس کی نااہلی اور اپنے منصبی ذمہ داری کے احساس سے خالی ہوکر دین حق جس کی وہ امین تھی نہ صرف اس پر عمل نہیں کر رہی تھی بلکہ اس کی ہدایات کو لوگوں سے چھپا رہی تھی اور اللہ کی تعلیمات میں اپنی مرضی کے مطابق تحریف بھی کر رہی تھی۔اس لئے اس کی معزولی کا اعلان کیا گیا اور اس منصب پر اب امت محمدی ﷺ کو مامور کیا گیا ہے۔اس لئے کے اخلاق واعمال کے لحاظ سے اب تم دنیا میں سب سے بہترین انسانی گروہ بن گئے ہو اور تم میں وہ صفات پیدا ہوگئی ہیں جو امامت عادلہ کے لئے ضروری ہیں یعنی نیکی کو قایم کرنے اور بدی کو مٹانے کا جذبہ وعمل اور اللہ وحدہٗ لاشریک کو اعتقاداً اپنا الٰہ اور رب تسلیم کرنا۔

گویا کہ یہ ایک عظیم ذمہ داری ہے جس کو ملت نبھانا ہے۔ہم خیر کے داعی ہیں۔دنیا میں پھیلی ہوئی ہر برائی کو مٹانا اور ان کی جگہ معروفات کو قایم کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔آپ اندازہ کرسکتے ہیں کے یہ کتنی بڑی ذمہ داری

ہے۔اس ملک میں کتنے ہی انسان ایسے ہیں جن کو اپنے خالق کی پہچان نہیں ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اوراس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف لوگوں کو بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔(حٰمٓ السجدہ: 31)

اس کا مطلب ہے کہ اس دنیا میں شخصی،قومی،وطنی اور ملکی تحریکات ابھرتی ہیں۔لیکن ہماری دعوت ان سے الگ ہے کہ یہ دعوت عالم گیر دعوت ہے اور اس کا خطاب دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ہے۔یہ دعوت در حقیقت انسانوں کی خیر خواہی کی دعوت ہے۔یہ ذاتی،خاندانی اور گروہی مفادات اور نام ونمود جیسے غلط جذبات سے پاک ہے۔اس لئے ہمارا کام یہ ہونا چاہئے کہ ہم لوگوں کو ان کے رب کی طرف بلانے کا کام کریں۔

اس آیت کے ذریعہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امت مسلمہ کا مقصد وجود ہی اپنے ساتھ ساتھ دوسرے انسانوں کا بھلا کرے۔

ہمارے ملک کا اگر جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا ملک ایک وسیع وعریض ملک ہے جس کی آبادی ایک سو کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ملک میں کئی ایک مذاہب پر ایمان رکھنے والے ہیں اور مختلف عقیدہ و نظریات میں یقین رکھنے والے لوگ رہتے ہیں۔مجموعی طور پر یہاں کے باشندے امن پسند ہیں چند ایک شرپسندوں کو چھوڑ کر۔اس ملک کے دستور میں نہ صرف مذہب کی آزادی ہے بلکہ کوئی بھی شہری اپنے عقیدہ پر ایمان رکھتے ہوئے اس پر عمل کرسکتا ہے اور اسکی تبلیغ بھی کرسکتا ہے۔یہ وہ ملک ہے جو آج گوناگوں مسائل کا شکار ہے۔مادہ پرستی یہاں پر بھی عام ہورہی ہے اور مغربی تہذیب اس کو اپنے شکنجے میں لے رکھا ہے۔یہاں کے سیاسی نظام میں کئی ایک کمزوریاں نظر آرہی ہیں اور اخلاق و کردار کا دوالیہ نکلتا نظر آتا ہے۔لوٹ کھسوٹ، دھاندھلی،رشوت خوری اتنی عام ہوچکی ہے کہ ہر ایک کی زبان پر یہی سوال ہے کہ اس ملک کا مستقبل کیا ہوگا۔ معاشرہ مغربی طرض پر استوار ہورہا ہے،خاندان کا تصور دھندھلا پڑتا جارہا ہے،معیشت سود کی بنیاد پر نہ صرف قایم ہے بلکہ اس کی وجہ سے معاشی توازن درہم برہم ہوچکا ہے جس کی وجہ سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جارہا۔تعلیم پر مادہ پرستی کا غلبہ ہے جس کی وجہ سے نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہے۔

یہ تمام حالات مسلمانوں کو دعوت فکر دیتی ہیں کہ وہ اپنا منصبی کردار جس پر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور کی گئی ہے ادا کرے۔ایسا کرنا ہی اس کے خیر امت ہونے کا ثبوت دینا ہے۔اگر وہ ایسا نہیں کرتی ہے تو اس کی گرفت ہوگی جیسا کہ کوئی ایک قیمتی اور جدید ماڈل کا موبائیل فون خریدتا ہے لیکن وہ فون کام کرنا چھوڑ دے تو کیا اس کو اس کا مالک اٹھا کر نہیں پھینکے گا۔اسی طرح ہمارا معاملہ کہ جس مقصد کے لئے ہمیں اس دنیا میں بھیجا گیا ہے اگر اس کو ہم ادا نہ کرینگے تو ہمارا خالق و مالک ہمارے ساتھ کیا معاملہ کر سکتا ہے آپ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس نازک ذمہ داری کا احساس ہم سب میں پیدا ہو اور اس کے مطابق ہم عمل کرنے والے اور شہادت علی الناس کا، داعی الی اللہ ہونے اور خیر امت ہونے کے تقاضے پورے کرنے کی اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق، صلاحیت اور جذبہ عمل عطا فرمائے۔آمین۔